© rasailojaraid.com

اس سورہ میں سب سے پہلی ہدایت یہ دی گئی ہے کہ ہر صاحب ایمان کو احتساب کا خوگر ہونا چاہیے اور اُسے نہ صرف اپنی ذات پر بلکہ اپنے زیر کفالت تمام افراد پر گہری نظر رکھنی چاہیے کہ وہ پوری سنجیدگی کے ساتھ دین کے تقاضوں پر عمل پیرا ہوں اور اس عمل آوری میں کسی طرح کی مداھنت اور مصلحت کو رکاوٹ نہ بننے دیں۔ اس تعلیم کو راسخ کرنے کے لیے سب سے پہلے نبی کریمؐ کی ذات گرامی سے متعلق ایک واقعہ کا تذکرہ کیا گیا جو بظاہر نہایت معمولی تھا اور عام لوگوں کی نظروں میں برائی کے بجائے نیکی کے زمرہ میں شامل تھا۔ دنیا میں بہت سے لوگوں نے دین داری اور پرہیزگاری کے نام پر اپنے لیے بہت سی چیزوں کو حرام کر رکھا تھا لیکن دینِ فطرت نے اس غلط تصور کی نفی کر دی اور نبی ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا گیا کہ ان کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ ادنیٰ سے ادنیٰ معاملہ میں بھی کوئی ایسا رویہ اختیار کریں جو اللہ تعالیٰ کے حدود سے تجاوز کی طرف لے جائے۔[1]

اس کے بعد نبی کریم ﷺ کی ازواج سے دین کی مکمل تابع داری کا مطالبہ کیا گیا اس کے لیے ان کی ایک انتہائی معمولی لغزش (ایک راز کی بات کو دوسری بیوی کو بتانا) کو جو باہمی اعتماد اور حسن ظن کی بنا پر صادر ہوئی تھی، بنیاد بنا کر ان کا بھی احتساب کیا گیا[2]۔ کیونکہ ان کی حیثیت دیگر خواتین سے مختلف اور ممتاز تھی۔ وہ ساری امت کے لیے نمونہ تھیں۔ دوسروں کی بہ نسبت وہ اس بات کی زیادہ مکلّف تھیں کہ ان سے کوئی ایسی بات سرزد نہ ہو جو شریعت کے حدود سے ہٹی ہوئی ہو۔ اس کے ساتھ ہی ان پر یہ بھی واضح کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں مسئولیت، درجہ اور مرتبہ کے اعتبار سے ہے۔ جن کے درجے جتنے اونچے ہیں ان کی مسئولیت اتنی ہی زیادہ ہے۔

ازواجِ مطہرات کو افشاءِ راز کے سلسلہ میں تنبیہ کرنے سے یہ سبق بھی ملتا ہے کہ اگرچہ بیویوں کے ساتھ حسن سلوک نہایت ضروری ہے مگر ان کے احتساب اور غلطیوں پر تنبیہ سے غافل نہیں ہونا چاہیے۔ غور کیا جائے تو تدبیر منزل جو قدیم زمانے سے علوم کی ایک شاخ کے طور سے معروف ہے اور جس کا تمدنی زندگی کی استواری اور استحکام میں بڑا عمل دخل ہے اُس میں اس احتساب، جائزہ اور تنبیہ کو بڑی کلیدی اہمیت حاصل ہے۔ آج

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے دور میں خانگی زندگی جس بگاڑ اور انتشار کا شکار ہے اور میاں، بیوی اور اولاد کے تعلقات جس طرح خطرات کی زد میں ہیں اُس کی اہم وجہ سربراہ خاندان کی اپنے ماتحتوں سے باز پرس، اصلاح اور تنبیہ کے عمل سے غفلت اور چشم پوشی ہے حالانکہ گھر کے لوگوں کی اصلاح اور نسل نو کی تربیت وہ بنیادی کام ہے جس کے بعد ہی کسی معاشرہ یا ریاست کی فلاح و بہبود اور تعمیر و ترقی کی ضمانت دی جاسکتی ہے۔

لیکن احتساب اور تنبیہ کے مذکورہ عمل میں اس امر کا پورا خیال رکھا گیا ہے کہ اسلام کی بنیادی خاصیت ''اعتدال'' پر کوئی حرف نہ آئے۔ چنانچہ ایک طرف نبی ﷺ کو جن رازوں کے افشاء کی اطلاع دی گئی تھی آپ ﷺ نے اپنی متعلقہ شریک حیات کو ان کے بعض پہلوؤں سے مطلع کیا اور بعض کو مخفی رکھا[۳]۔ دوسری طرف اللہ کی جانب سے انھیں یہ یقین دہانی کرائی گئی کہ وہ توبہ و استغفار کرلیں تو ان سے عفو و درگزر کیا جائے گا۔ کیونکہ بنیادی طور سے ان کے دل تو اللہ تعالیٰ کی طرف مائل ہیں، بس ایک لغزش ہوگئی ہے جس کی تلافی کی صورت توبہ ہے[۴]۔ قرآن مجید کے دوسرے مقامات پر بھی یہ واضح کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تنبیہات کا مقصود اہل بیت کی تطہیر، ان کا تزکیہ اور ان کی تربیت ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيراً۔ (الاحزاب/۳۳)	اللہ تو بس یہ چاہتا ہے اے پیغمبر کے اہل بیت! کہ وہ تم سے ناپاکی کو دور کردے اور تم کو پاکیزہ بنائے جیسا کہ پاکیزہ بنانے کا حق ہے۔

جب نبی کریم ﷺ اور ان کی ازواج کے ساتھ احتساب کے معاملہ میں کوئی رعایت نہیں کی گئی تو عام مسلمانوں کے ساتھ کسی رعایت کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا تھا چنانچہ اس کے بعد اسی سورہ کی آیت نمبر ۶ میں تمام اہل ایمان کو مخاطب کرکے فرمایا گیا:

يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَاراً وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ۔ (التحریم/۶)	اے لوگو جو ایمان لائے ہو بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو اُس آگ سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس آیت میں گویا تمام مسلمانوں سے یہ مطالبہ ہے کہ انھیں اپنے ساتھ، اپنے اہل و عیال کی نگرانی بھی کرنی ہے۔ پھر انھیں آگاہ کیا گیا ہے کہ اگر بر بنائے محبت اور الفت، وہ اپنی ذمہ داری کی ادائیگی سے غفلت اور چشم پوشی کریں گے تو اللہ تعالیٰ کی گرفت اور پکڑ بہت سخت ہوگی۔

عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ۔(التحریم/۶)

جس پر نہایت تند خو اور سخت گیر فرشتے ہوں گے جو کبھی اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو حکم بھی انھیں دیا جاتا ہے اسے بجالاتے ہیں۔

چنانچہ ہر شخص کے لیے کامیابی کی راہ صرف یہی ہے کہ وہ خلوص دل سے دین پر عمل کرے اور کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو صدق دل سے توبہ کرے اور اس کی حتی الامکان یہ کوشش ہو کہ اُس کے اعزہ و اقارب اور ذریت بھی مذکورہ طرز عمل کو اختیار کریں۔

مشہور اخوانی رہنما ''سید قطب شہیدؒ'' نے اپنی تفسیر ''فی ظلال القرآن'' میں مذکورہ آیت کے تحت بہت سی اہم اور مفید باتیں تحریر کی ہیں۔ وہاں سے ایک اقتباس کا ترجمہ درج ذیل ہے:

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل خانہ کے ساتھ پیش آئے مذکورہ واقعات کے پس منظر اور ماحول کو بنیاد بنا کر تمام اہل ایمان کو یہ ہدایت دی گئی ہے کہ انھیں اپنی ذات اور قلب کی اصلاح کے ساتھ اپنے اہل و عیال اور اپنے گھر کی اصلاح اور درستگی کی فکر اور اس کے لیے سعی و جہد کرنی چاہیے۔ بلاشبہ اسلام میں گھر اور خاندان کی بے حد اہمیت ہے۔ اُسے جس طرح کے افراد اور معاشرہ مطلوب ہے اس کے لیے گھر اور خاندان کی حیثیت، اساس اور بنیاد کی ہے۔ اس لیے اُس نے مومن کو اپنے گھر کی اصلاح کا ذمہ دار قرار دیا ہے۔ اس صورت میں اُس کا گھر ایک ایسا قلعہ ہو جائے گا جہاں اسلامی عقائد کا تحفظ اور اس کے احکام و فرامین پر عمل ممکن اور یقینی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہوگا۔..............اس لیے ایک داعی کا بنیادی فریضہ ہے کہ وہ دعوت و اصلاح کے کام کا آغاز اپنے گھر اور اہل وعیال سے کرے۔ تاکہ وہ اپنے سب سے قریبی قلعہ کو ہر قسم کے خطرات اور اندیشوں سے پوری طرح محفوظ کرلے۔ یہ کام ماں باپ کی مشترکہ کوششوں سے ممکن ہوگا۔ صرف باپ اس قلعہ کو مستحکم اور مضبوط بنائے رکھنے میں کامیاب نہیں ہوسکتا ہے۔ اگر دونوں مل کر اپنے گھر کے افراد کی اصلاح اور درستگی کے لیے منصوبے بنائیں گے اور ان پر عمل کریں گے تو وہ اپنے مقاصد میں کامیاب ہوں گے اور ان کا گھر امن وسکون کا گہوارہ ہوگا۔ اس لیے ہمارے معاشرہ کی خواتین کو اس اہم کام میں شریک ہونا چاہیے''۵۔

اس سورہ میں ایک اور اہم بات جس کی طرف اہل ایمان کو متوجہ کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ان کا عبدیت کا جو معاہدہ ہے اور خلافت کی جو ذمہ داری ان کے سپرد کی گئی ہے اس کے ایفا اور تکمیل کی تمام ترسعی و جہد انھیں خود کرنی ہے اور ان کی نجات کا راستہ صرف یہ ہے کہ وہ اس بارگراں کی مسئولیت کا سچا احساس رکھیں اور اگر کہیں کوئی کوتاہی سرزد ہوجائے تو توبہ واستغفار کے ذریعہ اس کی تلافی کی کوشش کریں۔ وہ اگر اپنی کوتاہیوں یا لغزشوں کا الزام کسی دوسرے فرد پر رکھنے کی کوشش کریں گے تو ان کی یہ کوشش اور امید رائگاں ہوگی۔ کیونکہ خدا کے دین کے معاملہ میں کوئی شخص کسی دوسرے کے قول وفعل کی ذمہ داری نہیں لے سکتا ہے۔ یہی حقیقت سورہ لقمان میں اس طرح بیان کی گئی ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْماً لَّا يَجْزِي وَالِدٌ عَن وَلَدِهِ وَلَا مَوْلُودٌ هُوَ جَازٍ عَن وَالِدِهِ شَيْئاً إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُم بِاللَّهِ الْغَرُورُ۔ (لقمان/۳۳)	اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو اور اس دن سے ڈرو جس دن کوئی باپ، بیٹے کے کام نہ آئے گا اور نہ کوئی بیٹا باپ کے کام آسکے گا۔ اللہ کا وعدہ پورا ہوکر رہے گا۔ پس دنیا کی زندگی تم کو دھوکے میں نہ ڈالے اور نہ دھوکے باز (شیطان) تمھیں دھوکے میں ڈال دے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس سورہ میں حضرت نوحؑ اور لوطؑ کی بیویوں اور فرعون کی بیوی کا تذکرہ اس مقصد سے بھی ہوا ہے کہ سب پر یہ واضح ہو جائے کہ قیامت کے دن آدمی کو اس کے رشتے اور تعلقات کوئی نفع نہیں پہنچا سکیں گے۔ اس وضاحت سے کفار مکہ اور مشرکین عرب کو بھی یاد دلایا گیا ہے کہ ابراہیمؑ جیسے جلیل القدر پیغمبر سے ان کا نسبی تعلق ان کے کچھ کام نہیں آئے گا۔

جب بات ایمان اور عمل صالح اور ان کے مقتضیات کی تکمیل کی آئی اور ہر فرد سے خود دین کی راہ میں سعی و جہد کا مطالبہ کیا گیا تو اس ماحول میں اُس ہدایت کے لیے بہت موزوں وقت آ گیا جو آیت نمبر ۶ میں دی گئی اور جس میں ہر صاحب ایمان سے اپنی اور اپنے اہل و عیال کی زندگیوں کی دین کے اصولوں کے مطابق تعمیر کرنے اور نجات اخروی کو مقصود حیات بنانے کی تلقین اور تاکید کی گئی ہے۔

مذکورہ بالا قرآنی ہدایت کو سامنے رکھ کر آج کے مسلم معاشرہ پر غور کیا جائے تو جہاں ایک طرف دین اور اس کے مقتضیات پر عمل آوری کی مجموعی صورت حال بہت تشویش ناک اور تکلیف دہ معلوم ہوگی۔ دوسری طرف معاشرہ میں جو دین دار طبقہ ہے اس کے اندر دین کے نام پر مختلف قسم کی بدعات اور خرافات نے نفوذ حاصل کر لیا ہے جن میں سے ایک بدعت ''اولیاء پرستی'' بھی ہے۔ جس کے نتیجہ میں افراد معاشرہ میں دینی احکام و ہدایات کی معرفت اور اتباع کا رجحان دن بدن کم ہوتا جا رہا ہے اور اس کے بجائے مختلف بزرگوں کی قبروں کی زیارت، ان پر رفع حاجات کے لیے انحصار اور آخرت میں ان کی سفارش سے پروانۂ نجات کے حصول کی امید کا اوسط بڑھتا جا رہا ہے۔ قابل غور امر یہ ہے کہ جس دین میں نبی کو معمولی باتوں پر متنبہ کیا گیا ہو اور جس نے ازواج مطہرات کو نبی سے ازدواجی رشتہ پر انحصار کرنے کے بجائے اعمال صالحہ اور توبہ و استغفار کی تلقین کی ہو اور جس نے صاف طور سے ہر فرد کو اپنے اعمال کا جواب دہ قرار دیا ہو اور جس نے اس جواب دہی سے حضرات انبیاء کرام کے اہل و عیال کو کوئی رعایت نہ دی ہو، اُس دین کے متبعین آج بے عملی و بے راہ روی اور گمرہی و ضلالت میں مبتلا ہیں اور خود اپنی نجات کی فکر کرنے بجائے ایسے وسائل اور ذرائع کی تلاش اور انھیں اختیار کرنے میں سرگرداں ہیں جن کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دین میں بالکلیہ نفی اور تردید کی گئی ہے۔ **فاعتبروا یا اولی الابصار**

اس سورہ کا ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ اس میں کہیں براہ راست اور کہیں بالواسطہ مسلم عورتوں کی مطلوبہ صفات اور معاشرہ میں ان کے مطلوبہ کردار کا انتہائی وضاحت سے تذکرہ آیا ہے۔ چنانچہ ابتدا میں ازواج مطہرات میں سے دو کی طرف سے پیش آئے ایک واقعہ کو بنیاد بنا کر انھیں اور ان کے توسط سے امت کی ساری عورتوں کو راز کی حفاظت کی تلقین کی گئی ہے۔ ضمنی طور سے اس میں عہد کا پاس ولحاظ، شوہروں کی اطاعت اور گھر کے اندر باہمی محبت اور تعاون کے ماحول کو پروان چڑھانے کی تعلیم بھی شامل ہوگئی ہے۔

اس کے بعد آیت نمبر ۵ پر غور کرنے سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک مسلم عورتوں کے اندر بعض مطلوبہ اوصاف کا اندازہ ہوتا ہے ان میں اطاعت، ایمان، فرماں برداری، توبہ وانابت اور ریاضت وعبادت خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ اسی آیت میں ایک اہم نکتہ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ مذکورہ اوصاف کی موجودگی، عمر کے جس حصے میں اور جس حالت میں ہو اس پر اللہ تعالیٰ کے یہاں اجر وانعام ہے۔ اس کی نظر میں شادی شدہ اور کنواری ہونا دونوں برابر ہے۔[۶]

مزید برآں اس سورہ کی آخری تین آیات (۱۰ تا ۱۲) میں تاریخ انسانیت کی چار معروف خواتین کا تذکرہ آیا ہے۔ ان میں سے دو، یعنی حضرت نوحؑ اور حضرت لوطؑ کی بیویوں کا حوالہ اہل کفر وشرک کی عبرت ونصیحت کے لیے آیا ہے اور باقی دو یعنی فرعون کی بیوی (آسیہ) اور حضرت مریمؑ کی مثال اہل ایمان کے لیے غور وفکر، اتباع اور عبرت پزیری کے لیے پیش کی گئی ہے۔ ان آیات کا ترجمہ یہ ہے:

(اللہ کافروں کے لیے مثال بیان کرتا ہے نوح کی بیوی اور لوط کی بیوی کی۔ دونوں ہمارے بندوں میں سے دو نیک بندوں کے نکاح میں تھیں تو انھوں نے ان کے ساتھ بے وفائی کی تو وہ اللہ سے ان کے کچھ کام آنے والے نہ بن سکے اور ان دونوں عورتوں کو حکم ہوا کہ جاؤ تم بھی دوزخ میں جانے والوں کے ساتھ چلی جاؤ۔ اور اللہ تعالیٰ اہل ایمان کے لیے مثال

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بیان کرتا ہے فرعون کی بیوی کی، جب کہ اس نے دعا کی: اے میرے رب! میرے لیے اپنے پاس جنت میں ایک گھر بنا اور مجھ کو نجات دے فرعون سے اور اس کے عمل سے اور مجھے نجات دے ظالموں کی قوم سے۔ اور مریم بنت عمران کی مثال بیان کرتا ہے جس نے اپنی عصمت کی حفاظت کی، پس ہم نے اس میں روح پھونکی اور اس نے اپنے رب کے کلمات اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی اور وہ فرماں برداروں میں سے تھی۔)

تینوں آیات پر مجموعی طور سے غور کریں تو دو باتیں بہت واضح طور سے سامنے آتی ہیں۔ ایک بات یہ کہ ان میں چند ایسے انتہائی اہم معایب یا خصائص کی نشاندہی کی گئی جو ان عورتوں میں موجود تھے۔ ان معایب کی بنیاد پر دو عورتیں، انتہائی جلیل القدر پیغمبروں کی شریک حیات ہونے کے باوجود، اللہ تعالیٰ کے یہاں پروانۂ خوشنودی حاصل نہیں کرسکیں اور جہنم کی آگ کی مستحق ٹھہریں۔ اور اوصاف و خصائص سے اتصاف اور آراستگی کی صورت میں دو دوسری عورتیں، ماحول کی ناسازگاری کے باجود، اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور اس کے انعام کی حقدار قرار پائیں۔ ان کے لیے جنت کی بشارت دی گئی۔ اور دنیا میں ان کا نام روشن ہوا۔ جو عیوب اللہ کی نظر میں انتہائی ناپسندیدہ قرار پائے اُن میں ایک خیانت ہے جو کسی عورت سے اُسی وقت سرزد ہوگی جب وہ اپنے شوہر کی نافرمان ہو اور اُس سے کیے گئے عہد کی حفاظت نہ کرتی ہو۔ ظاہر ہے یہ انتہائی بڑا جرم ہے اور کئی دوسرے بڑے اخلاقی معایب کے درآنے کی راہ ہموار کرتا ہے۔

اسی طرح ان مثالوں میں جو محاسن بیان کیے گئے ہیں ان میں امانت و دیانت، عہد کا پاس ولحاظ، راز کی باتوں کی حفاظت، اطاعت و فرماں برداری اور پاکیزگی و طہارت اہم ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ وہ صفات ہیں جن سے اگر معاشرہ کے تمام افراد خاص طور سے عورتیں اپنے آپ کو آراستہ کرلیں تو معاشرہ کی تعمیر و ترقی کی ضمانت سے کون انکار کرسکتا ہے؟

ان مثالوں پر غور کرنے سے دوسری بات جو سامنے آتی ہے وہ یہ کہ مرد ہو یا عورت اگر وہ اپنے اندرون کی اصلاح نہیں کرتی اور اپنے آپ کو اچھے اوصاف سے آراستہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نہیں کرتی تو ظاہری اعتبار سے دین داری اور تقویٰ کے سازگار حالات بھی اُسے کوئی فائدہ نہیں پہنچاتے۔ حضرت نوحؑ اور حضرت لوطؑ کی بیویوں کے ساتھ یہی معاملہ پیش آیا۔ اس کے برعکس اگر مرد یا عورت، اپنی اصلاح اور تربیت کا عزم کرلیں اور ان تدابیر کو اختیار کریں جو اللہ تعالیٰ سے ان کے ربط و تعلق کو مستحکم کریں، ساتھ ہی اُس سے مدد اور توفیق کی طلب بھی کرتے رہیں تو بظاہر تقویٰ اور دین داری کے مخالف اور ناسازگار حالات میں بھی اُس کے لیے دین پر عمل آوری اور اُس کے تقاضوں کی تکمیل کی راہیں آسان ہوتی ہیں۔ اس کے نتیجہ میں آخرت کے اجر و انعام کے سلسلے میں تو کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ خود دنیا میں اللہ تعالیٰ ان کے جذبات کی آبیاری کا سامان فراہم کرتا ہے اور ان کے مشن اور مقصد کو کامیابیوں سے ہم کنار کرتا ہے۔

اس سورہ سے ماخوذ مذکورہ بالا واضح تعلیمات کی نشان دہی کے بعد یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کی بعض آیات میں وارد بعض جملوں یا الفاظ سے جو انتہائی اہم نکات سامنے آتے ہیں ان کی بھی کچھ وضاحت کردی جائے۔

سورہ کی پہلی آیت میں ''تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ أَزْوَاجِکَ'' (آپ اپنی بیویوں کی رضامندی حاصل کرنا چاہتے ہیں) پرغور کرنے سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ بیویوں کی دلداری اور دوسرے کمزور افراد کے ساتھ رافت و مروت کا معاملہ اللہ کی نظر میں پسندیدہ ہے۔ اور اگر یہ حدود و قیود کے اندر ہے تو اس پر نکیر کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ فی الواقع بیویوں، بچوں اور دوسرے زیر کفالت اور زیر نگرانی افراد کے ساتھ ہمدردی اور خیر خواہی شریعت میں مطلوب ہی نہیں بلکہ یہ شرافت، مروت اور انسانیت کا عین تقاضا ہے اور دین اسلام جو فطرت انسانی سے ہم آہنگ ہے اُس نے اس کی حوصلہ افزائی اور تحسین کی ہے اور اس پر اجر و انعام کا وعدہ کر رکھا ہے۔ اس نے معاشرہ اور سماج کی تمام اکائیوں کو ایک دوسرے کے مراتب کا پاس ولحاظ رکھنے، ایک دوسرے کے حقوق کو پورا کرنے اور اپنی اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کا پابند بنایا ہے۔ سورہ لقمان، سورہ الاسراء اور دوسری سورتوں میں بچوں کے حوالہ سے والدین کی قربانیوں اور بچوں پر والدین کے حقوق کا تذکرہ موجود ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لیکن وہاں بھی یہ وضاحت ہے کہ ان سب کے مقابلہ میں اولیت اور افضلیت اللہ کے حق کو حاصل ہے چنانچہ سورہ لقمان میں ہے:

وَإِن جَاهَدَاكَ عَلَىٰ أَن تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا۔ (لقمان/۱۵)

اور اگر وہ دونوں تم پر اس بات کا دباؤ ڈالیں کہ تو میرے ساتھ اُسے شریک کرے جس کا تجھے علم نہ ہو تو ان کا کہنا نہ ماننا، ہاں دنیا میں ان کے ساتھ اچھی طرح بسر کرنا۔

سورہ کی آیت نمبر ۳ سے کئی اہم اور مفید باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ مثلاً اس کے پہلے جزء ''وَإِذْ أَسَرَّ النَّبِيُّ إِلَىٰ بَعْضِ أَزْوَاجِهِ حَدِيثًا'' (اور جب کہ نبی نے اپنی بعض بیویوں سے ایک راز کی بات کہی) سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شوہروں کو اپنی بیویوں سے راز و نیاز کی باتیں کرنی چاہیے اور انھیں اپنے فکر و خیال اور منصوبہ کی تکوین وتشکیل میں شریک کرنا چاہیے۔ ہمارے ہادی و رہبر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف یہ کہ اپنی ازواج کی غایت درجہ کی دلداری کی بلکہ انھیں اپنا محرم راز بھی بنایا۔ وہ مکارم اخلاق کے جس بلند درجہ پر فائز تھے اُن سے اس کے علاوہ کسی دوسرے طرز عمل کی امید بھی نہیں کی جاسکتی۔ یہ بھی امر واقعہ ہے کہ میاں بیوی کے درمیان جس طرح کا ربط و تعلق ہے اُس میں ایک دوسرے کو راز و نیاز کی باتوں میں شریک کرنے کی بے حد اہمیت ہے۔ اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے اپنے راز ہائے سربستہ کو مخفی رکھنے کا عادی ہوگا تو گویا وہ اپنی شریک حیات کو اس کے مقام سے بہت نیچے گرادے گا اور ایسا وہ شخص ہرگز نہیں کرسکتا ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی اور ان کا شیدائی ہو۔

اسی آیت کے جزء ''عَرَّفَ بَعْضَهُ وَأَعْرَضَ عَن بَعْضٍ'' (تو انھوں (پیغمبر) نے تھوڑی سی بات بتادی اور تھوڑی سی ٹال دی) کے مطالعہ سے یہ رہنمائی ملتی ہے کہ بیویوں، بچوں اور دوسرے کمزور افراد سے کوئی غلطی سرزد ہوجائے تو ان کی سرزنش اور تادیب کیسے کی جائے؟ ظاہر ہے وہ حکمت اور موعظت کے ساتھ ہونی چاہیے اور انتہائی درجے کی خفگی کے اظہار کے بجائے کچھ ضروری باتوں کا تذکرہ ہونا چاہیے اور کچھ باتوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے احتراز کرنا چاہیے۔ اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ کوتاہی پر تنبیہ اور احتساب ہونا چاہیے لیکن تشدد اور سخت گیری سے اجتناب لازم ہے۔ ورنہ بات بننے کے بجائے بگڑ سکتی ہے اور نتیجہ توقع کے برعکس ہوسکتا ہے۔

آیت نمبر۳ کے جزء ''فَلَمَّا نَبَّأَهَا بِهِ قَالَتْ مَنْ أَنبَأَكَ هَذَا'' (جب انھوں (پیغمبر) نے بیوی کو اس کی خبر کی تو وہ بولیں کہ آپ کو کس نے اس کی خبر دی) اور آیت نمبر۴ کے جزء ''وَإِن تَظَاهَرَا عَلَيْهِ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ مَوْلَاهُ'' (اور اگر تم دونوں اس کے خلاف ایکا کروگی تو اس کا حامی اللہ ہے) پر غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے نبی ﷺ کے گھر کا ماحول اور آپ کا اپنی بیویوں سے تعلق کس نوعیت کا تھا۔ آپ کا اللہ کے یہاں اور دین میں جو مقام ومرتبہ ہے اور جس طرح سے حضرات صحابہ کرام آپ کی محبت وعقیدت میں پیش پیش تھے اُس سے یہ تاثر ملتا ہے کہ شاید آپ ﷺ کے گھر کا ماحول بہت زیادہ پابندیوں میں جکڑا ہوا ہوگا اور آپ ﷺ کی ازواج اور دیگر اقربا آپؐ کے سامنے بالکل خاموش رہتے ہوں گے؟ لیکن مذکورہ بالا دونوں جملوں سے مذکورہ تاثر کی نفی ہوتی ہے۔ اس کے برعکس یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کے گھر کا ماحول بہت کھلا ہوا تھا۔ ہر ایک کو اپنی بات کہنے کی اجازت تھی اور آپ ﷺ اپنی بیویوں سے اُس قدر گھلے ملے ہوئے تھے اور ان میں آپس میں اتنی قربت تھی کہ آپ ﷺ نے ایک راز کے افشا کی انکوائری کی تو جس سے وہ انکوائری کی گئی تھی اُس نے راز کے افشاء کا مصدر اور منبع معلوم کرنے میں دیر نہیں کی۔ اس کے بعد بے تکلفی یہاں تک لے گئی کہ دو ازواج نے روٹھنے اور کنارہ کش ہوجانے کی پالیسی بھی اختیار کرلی۔ ظاہر ہے یہ جرأت وجسارت اس وقت ممکن تھی جب گھر میں کھلے پن اور بے تکلفی کا ماحول ہو۔

آج کے زمانے میں بعض دین دار مسلم گھرانوں کے بارے میں دین کے نام پر بہت زیادہ پابندی اور سختی کی جو اطلاعات آرہی ہیں ضرورت ہے کہ ان کا جائزہ لے کر متعلقہ افراد کو نرمی سے کام لینے کا مشورہ دیا جائے، کیونکہ دین حق کی یہی روح اور مطالبہ ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حواشی ومراجع

۱ یہ تجزیہ سورہ کی آیت نمبرا کو پیش نظر رکھتے ہوئے کیا گیا ہے۔آیت ہے:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ تَبْتَغِي مَرْضَاتَ أَزْوَاجِكَ وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ۔(التحریم ۱/)

(اے نبی! جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے حلال کردیا ہے اُسے آپ اپنی بیویوں کی دلداری میں کیوں حرام ٹھراتے ہیں اور اللہ بخشنے والا اور مہربان ہے)

اس آیت میں نبی کریم ﷺ کے حوالہ سے جس چیز کو حرام کرنے کا تذکرہ ہوا ہے اس سے متعلق کتب تفسیر وحدیث میں کئی واقعات بیان کیے گئے ہیں جن میں سے دو زیادہ مشہور ہیں۔ایک واقعہ رسول اللہ ﷺ کا اپنی ایک زوجہ کے پاس ٹھہرنے اور شہد پینے کا ہے جسے بعض دوسری ازواج نے ناپسند کیا اور انھیں اس سے روکنے کے لیے ایک اسکیم تیار کی اس کے نتیجہ میں انھوں نے آئندہ شہد نہ پینے کا وعدہ کرلیا۔ دوسرا واقعہ آپ ﷺ کا اپنی کنیز ''ماریہ قبطیہ'' سے آئندہ تعلق قائم نہ کرنے کے عہد سے متعلق ہے اور یہ عہد بھی آپ ﷺ نے اپنی ایک زوجہ کی رضا جوئی کے لیے کیا تھا۔ان دونوں واقعات میں انھوں نے متعلقہ ازواج کو اپنے عہد یا وعدہ سے کسی کو باخبر نہ کرنے کی تلقین کی تھی۔ واقعات کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو:

(الف) زمخشری، مختصر تفسیر الکشاف، دارالمعرفۃ بیروت، لبنان، ۲۰۰۲ء، طبع اول، ص ۱۱۸-۱۱۹

(ب) ابن کثیر، مختصر تفسیر القرآن العظیم، دارالسلام، ریاض، ۲۰۰۰ء، طبع اول، ص ۱۳۹۶-۱۳۹۸

(ج) ابوالاعلیٰ مودودی، تفہیم القرآن، مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی، ۲۰۰۷ء، ج ۶، ص ۱۵-۱۷

۲ ملاحظہ ہو سورہ کی آیت نمبر ۳:

وَإِذْ أَسَرَّ النَّبِيُّ إِلَى بَعْضِ أَزْوَاجِهِ حَدِيثًا فَلَمَّا نَبَّأَتْ بِهِ وَأَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهُ وَأَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ فَلَمَّا نَبَّأَهَا بِهِ قَالَتْ مَنْ أَنْبَأَكَ هَٰذَا قَالَ نَبَّأَنِيَ الْعَلِيمُ الْخَبِيرُ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(اور جب کہ نبی نے اپنی ایک بیوی سے ایک راز کی بات کہی تو جب انھوں نے اس کی خبر کردی اور اللہ نے اس سے پیغمبر کو آگاہ کردیا تو پیغمبر نے اسے کچھ باتیں بتادیں اور کچھ باتیں ٹال دیں۔ تو جب پیغمبر نے بیوی کو اس کی خبر کی تو وہ بولیں کہ آپ کو کس نے اس کی خبر کردی۔ پیغمبر نے کہا مجھے خدائے علیم وخبیر نے خبر دی ہے)

حضرت محمد ﷺ نے اپنی کس بیوی کو کون سی راز کی بات بتائی اور انھوں نے کس سے اس کا افشا کیا؟ زیادہ تر مفسرین نے اسے اوپر آیت نمبر ا میں بیان کردہ واقعات سے جوڑ دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو مختصر الکشاف، ص ۲۲۱۰، مختصر ابن کثیر، ص ۱۳۹۷-۱۳۹۸، تفہیم القرآن، ج ۶، ص ۲۳-۲۵)۔ لیکن چونکہ قرآن مجید نے اس کی تفصیل سے گریز کیا اور افشاء راز کوئی محمود فعل نہیں۔ اس لیے ہمیں بھی اس سے احتراز کرنا چاہیے۔ قرآن مجید کا جو مفہوم و مدعا ہے اور جن مقاصد کے تحت وقوعہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ واضح ہے اور بدرجہ کمال پورے ہو رہے ہیں۔

۳۔ اشارہ ہے آیت نمبر ۳ کے جزء ''عَرَّفَ بَعْضَهُ وَأَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ '' کی طرف (ترجمہ حاشیہ نمبر ۲ میں کیا جاچکا ہے۔)

۴۔ ملاحظہ ہو سورہ کی آیت نمبر ۶ کا پہلا جزء ''إِن تَتُوبَا إِلَى اللَّهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا '' (اگر تم دونوں اللہ کی طرف رجوع کرو تو یہی تمھارے لیے زیبا ہے۔ تمھارے دل تو مائل ہی ہو چکے ہیں)۔

۵۔ سید قطب، فی ظلال القرآن، دارالشروق، بیروت، لبنان، طبع ہشتم، ۱۹۷۹ء، ج ۶، ص ۳۶۱۹

۶۔ اشارہ آیت نمبر ۵ کے آخری الفاظ ''ثَيِّبَاتٍ وَأَبْكَارًا '' (خواہ شوہر دیدہ ہوں یا باکرہ) کی طرف ہے۔

[اس مضمون کی تیاری میں علامہ حمید الدین فراہیؒ کی تفسیر ''نظام القرآن'' اور مولانا امین احسن اصلاحیؒ کی تفسیر ''تدبر قرآن'' سے خصوصی استفادہ کیا گیا ہے]

☆☆☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سورہ طٰہٰ کی روشنی میں سامری کا قصہ

واقعات اور عبرتیں

احمد شکری

ترجمہ: مسعود الرحمن خاں ندوی

اللہ کے نبی وکلیم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ کے ضمن میں سامری کے بعض واقعات وحالات کا کئی قرآنی سورتوں میں ذکر آیا ہے[1]، لیکن صرف سورہ طٰہٰ میں اس کا قصہ تفصیل سے بیان ہوا ہے، چونکہ اس کے قصہ میں انبیاء کے طریقہ پر چلنے والے داعیوں اور ہمارے زمانہ کے لوگوں کے لیے بہت سی عبرتیں ہیں اور اس کی بعض باتوں میں اختلاف، تعدد اقوال اور عدم تحقیق ہے اس لیے زیرِ تحریر مقالہ کی تین بحثوں میں ان کی وضاحت کرتا ہوں:

بحث اول: سامری کے قصہ سے متعلق آیتوں کا ذکر

قرآن کریم کی صرف سورہ طٰہٰ میں سامری کے قصہ کی اول سے آخر تک تمام تفصیلات وارد ہوئی ہیں۔ آیت نمبر ۸۳: مَا أَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ يَا مُوسَىٰ کو بیش تر مفسرین نے قصہ کی ابتدا مانا ہے، یہی بات ان بعض مفسرین کے مقابلہ میں زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتی ہے جو آیت نمبر ۸۰: يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ قَدْ أَنْجَيْنَاكُمْ مِنْ عَدُوِّكُمْ وَوَاعَدْنَاكُمْ جَانِبَ الطُّورِ الْأَيْمَنَ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوَىٰ سے قصہ کی ابتدا خیال کرتے ہیں، اس لیے کہ آخر الذکر آیت کا دوسرے موضوع اور واقعہ سے تعلق ہے۔ اختصار کی خاطر یہاں اکثر مفسرین کے راجح قول کے ذکر پر اکتفا کیا جائے گا۔

© rasailojaraid.com